پندرہویں رمضان المبارک یوم جمعہ کی صبح چنگھاڑ سنائی دینے کے تعلق سے حدیث پاک کی تحقیق و توضیح

بنام

(اللآلی الحسان فی توضیح احادیث الصیحۃ فی رمضان)

تالیف

ڈاکٹر انوار احمد خان بغدادی

خادم التدریس: دار العلوم علیمیہ، جمدا شاہی، بستی، یوپی

ناشر

رضا اکیڈمی ممبئی

پندرہویں رمضان المبارک یوم جمعہ کی صبح چنگھاڑ سنائی دینے کے تعلق سے حدیث پاک کی تحقیق و توضیح

بنام

(اللآلی الحسان فی توضیح احادیث الصیحۃ فی رمضان)

تالیف

ڈاکٹر انوار احمد خان بغدادی

خادم التدریس: دارالعلوم علیمیہ، جمداشاہی، بستی، یوپی

ناشر

رضا اکیڈمی ممبئی

فہرست

پیش لفظ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

نحمده ونصلی علی رسولہ الکریم وعلی آلہ الطیبین وصحبہ اجمعین۔

حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ تعالی عنہ کی روایت کردہ ایک حدیث شریف میں آیا ہے کہ جس سال زلزلے کثرت سے آئیں، اولے کثرت پڑیں اور رمضان المبارک کی پندرہ تاریخ جمعہ کو ہو تو شب میں ایک دھماکہ سنائی دے گا اور صبح بعد نماز فجر ایک چنگھاڑ کی آواز آئے گی، تم لوگ جمعہ کے دن نماز فجر پڑھ کر اپنے گھروں میں داخل ہو جاو، کھڑکیاں بند کر لو، چادریں اوڑھ کر لیٹ جاو پھر بھی آواز سنائی دے تو اللہ کی بارگاہ میں سجدہ ریز ہو جاو...۔

آج کل یہ حدیث موضوع سخن بنی ہوئی ہے، عوام سراپا استفسار ہیں جب کہ خواص کا طبقہ دو حصوں میں منقسم ہے، جماعت اہل سنت کے علمائے کرام مجدد دین وملت اعلی حضرت مولانا الشاہ امام احمد رضا خان قادری برکاتی (نور اللہ تعالی مرقدہ) کی کتاب مستطاب فتاوی رضویہ کے حوالہ سے اس بات پر یقین رکھتے ہیں کہ یہ فرمان مصطفی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہے اس میں ذرہ برابر شک وشبہ کی گنجائش نہیں ہے، اور عوام اہل سنت

کو اس حدیث کے مضمون سے باخبر کر کے دعا و گریہ زاری اور تقوی و پرہیز گاری کی دعوت دے رہے ہیں۔

دوسری طرف دیوبندی، غیر مقلد اور وہابی گروہ کے علما اس بات کا شدت سے انکار کرتے ہیں اور اسے ایک گڑھی ہوئی روایت بتا کر بیان کرنے کو بھی حرام و ناجائز گردانتے ہیں، بلکہ ان کا گمان ہے کہ یہ روایت لوگوں میں خوف و دہشت کا ماحول پیدا کر رہی ہے اور یہ ایذاے مسلم ہے اور ایذاے مسلم حرام ہے، جیسا کہ کانپور کی ایک غیر معروف اسلامک علمی اکیڈمی کی طرف سے شائع شدہ ایک وضاحتی بیان میں ان باتوں کی صراحت کی گئی ہے۔

ایسی صورت میں ایک عام مسلمان بالکل حیران و پریشان تھا بلکہ سراپا استفسار بنا ہوا تھا، چنانچہ عوام کے اسی ذہنی خلجان کو دیکھتے ہوئے استاذ گرامی حضرت علامہ مولانا مسیح الدین صاحب قبلہ رضوی، محب گرامی حضرت مولانا ذوالفقار علی صاحب قبلہ برکاتی اور ناشر مسلک اعلی حضرت الحاج محمد سعید صاحب قبلہ نوری وغیر ہم کی خواہش پر ایک مختصر تحریر تیار کی گئی تھی جو پریس کو جانے والی ہی تھی کہ اچانک یہ خبر موصول ہوئی کہ میدان کارزار میں وہابیوں کے شانہ بشانہ بدایوں کا ایک شہزادہ بھی اتر چکا ہے۔ خیر کسی طرح ان کی تحریر حاصل کی گئی اور سرسری نظر ڈال کر ان کے بھی توہمات کے ازالہ کی کوشش کی گئی۔

ع　　شاید کہ اتر جائے ترے دل میں میری بات!

بہر حال یہ ایک متواضع تحریر ہے، اللہ کرے کہ حقیقت واضح ہو جائے، خلجان دور ہو جائے اور یہ کوشش ہم سب کی مغفرت کا سبب بن جائے، رب قدیر ہم سب کو اپنی رحمتوں کے سائے میں رکھے اور اپنے حبیب ﷺ کے صدقے میں تمام آفت ارضی و سماوی سے محفوظ و مامون فرمائے، آمین ثم آمین۔

ڈاکٹر انوار احمد خان بغدادی

مقیم حال عروس البلاد، ممبئی، انڈیا

۱۲ر رمضان المبارک ۱۴۳۶ھ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

فیصلہ کن گفتگو:

کانپور کی ایک نہایت غیر معروف اسلامک علمی اکیڈمی کے وضاحتی بیان میں رمضان المبارک کی پندرہویں شب جمعہ میں ایک دھاکہ اور صبح بعد نماز فجر چنگھاڑ سنائی دینے کے تعلق سے جس روایت کو باطل وموضوع قرار دیا گیاہے در حقیقت وہ روایت باطل وموضوع نہیں بلکہ حدیث حسن ہے ،اور اکیڈمی کے صدر اور جنرل سکریٹری نیزان کے ہمنوامولوی حضرات کابیان جہالت پر مبنی اور علم حدیث سے ان کی عدم واقفیت کی طرف غماز ہے ،ورنہ علم حدیث کا ایک مبتدی طالب علم بھی جانتاہے کہ ضعیف روایت تعدد طرق سے حسن ہو جاتی ہے جیساکہ علم حدیث کے ائمہ کرام کا متفقہ فیصلہ ہے۔

ذیل میں وہ روایت پیش ہے جس میں رمضان المبارک کی پندرہویں شب جمعہ میں دھماکہ اور صبح ایک بھیانک آواز آنے کی بات کہی گئی ہے۔

نص حدیث:

رمضان المبارک میں بھیانک آواز کے تعلق سے امام اہل سنت الشاہ احمد رضاخان قادری برکاتی نے اپنی کتاب فتاوی رضویہ میں جس روایت کی طرف اشارہ فرمایاہے وہ درج ذیل ہے:

نعیم بن حماد نے اپنی کتاب "الفتن" میں اپنی سند کے ساتھ ذکر کرتے ہیں :

حدثنا أبو عمر، عن أبي لهيعة، قال: حدثني عبد الوهاب بن حسين، عن محمد بن ثابت البناني، عن أبيه، عن الحارث الهمداني، عن ابن مسعود رضى الله تعالى عنہ، عن النبي صلى الله تعالى عليه وسلم قال: "إذا كانت صيحة فى رمضان؛ فإنها تكون معمعة فى شوال، وتميز القبائل فى ذى القعدة، وتُسفک الدماء فى ذى الحجة، والمحرم وما المحرم؟" يقولها ثلاثا: "هيهات هيهات يُقتل الناس فيها هرجا هرجا".

قال: قلنا: وما الصيحة يا رسول الله ﷺ؟

قال: هذه فى النصف من رمضان ليلة جمعة، فتكون هدة توقظ النائم، وتقعد القائم، وتخرج العواتق من خدورهن فى ليلة جمعة في سنة كثيرة الزلازل، فإذا صليتم الفجر من يوم الجمعة فادخلوا بيوتكم وأغلقوا أبوابكم، وسددوا كواكم، ودثروا أنفسكم، وسدّوا آذانكم. فإذا حسستم بالصيحة، فخروا لله سجّدا وقولوا: سبحان الله القدوس ربنا القدوس. فإنہ من فعل ذلک نجا ومن لم يفعل ذلك هلک)[1].

([1]) کتاب "الفتن"، تالیف: حافظ ابی عبداللہ نعیم بن حماد المروزی، (المتوفی ۲۸۸ھ)، تحقیق: سمیر بن امیر الزہری، مکتبۃ التوحید، القاہرۃ، الجزء الثانی، ص:228.

ترجمہ:

"نعیم بن حماد نے کہا: ہم سے حدیث بیان کیا ابو عمر نے، انہوں نے ابن لہیعہ سے روایت کی، انہوں نے فرمایا کہ مجھ سے حدیث بیان کی عبد الوہاب بن حسین نے، انہوں نے روایت کی محمد بن ثابت البنانی سے، انہوں نے اپنے والد سے، انہوں نے حارث ہمدانی سے انہوں نے ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے، انہوں نے نبی کریم □ سے، آپ نے فرمایا: جب رمضان میں چنگھاڑ ہو گی تو اس کے بعد شوال کے مہینے میں بڑا شور وغل بھی ہو گا، ذی قعدہ کے مہینے میں قبائل صف آرا ہوں گے، اور ذی الحجہ میں خوں ریزی ہو گی۔ اور محرم کے بارے میں کیا پوچھتے ہو؟ — تین مرتبہ فرمایا— اس مہینے میں قتل وغارت گری عام ہو گی۔

صحابہ نے عرض کیا یارسول اللہ! صیحہ (چنگھاڑ) کیا ہو گی؟

ارشاد فرمایا: یہ چنگھاڑ نصف رمضان جمعہ کے دن صبح میں نکلے گی، اور یہ اتنی بھیانک آواز ہو گی کہ سونے والا جاگ اٹھے گا، کھڑا شخص بیٹھ جائے گا، اور پردہ نشین عورتیں اپنے گھروں سے باہر نکل پڑیں گی۔ اس سال زلزلے کثرت سے آئیں گے اور ٹھنڈی بھی سخت ہو گی، جس رمضان کی پندرہویں تاریخ جمعہ کے دن ہو تو جب تم نماز فجر سے فارغ ہو کر گھروں میں داخل ہو جاو، چادریں اوڑھ لو اور کانوں کو بند کر لو اور جب چیخ کا احساس ہو تو سجدے میں گر جاو اور سبحان القدوس ربنا القدوس کا ورد کرو، جو ایسا کرے گا نجات پائے گا اور جو نہیں کرے گا ہلاک ہو جائے گا"۔

یہ روایت ابو سعید ہیثم بن کلیب شاشی (متوفی ۳۳۵ھ) نے اپنی مسند میں بھی ذکر کیا ہے۔[1]

علاوہ ازیں امام متقی نے کنز العمال فی سنن الاقوال میں[2]، اور امام جلال الدین سیوطی نے "اللآلی المصنوعہ" میں ذکر کیا۔[3]

یہ حدیث حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ تعالی عنہ کی روایت کردہ ان احادیث میں سے ایک ہے جن میں اللہ کے رسول ﷺ نے قیامت کی علامتوں کے بارے میں خبر دی ہے، جن کا واقع ہونا ایک حتمی امر ہے ان میں ذرہ برابر شکوک وشبہات کی گنجائش نہیں ہو سکتی ہے، کیوں کہ یہ اس نبی صادق الامین کی خبر ہے جس میں کذب کا احتمال نہیں ہوتا ہے کیونکہ وہ اپنی طرف سے کچھ بولتے ہی نہیں، جو کچھ بولتے ہیں وہ وحی خدا ہوتی ہے۔ جیساکہ قرآن پاک اس بات کا اعلان کرتے ہوئے

---

(1) دیکھئے: المسند لأبي سعيد الهيثم بن كليب الشاشي المتوفى سنة ٣٣٥ھ۔ تحقیق: د/ محفوظ الرحمان زین اللہ أستاذ الحديث ومصطلحه لكلية الدراسات الاسلامية العربية بدبئ، الناشر: مكتبة العلوم والحكم، المدينة المنورة، ج۲ ص: 262- 263.

(2) دیکھیے: کنز العمال فی سنن الاقوال، تالیف: متقی علی الہندی، ۱۴/ ۵۶۹.

(3) دیکھیے: اللآلی المصنوعۃ للسیوطی ۲/ ۲۸۶.

فرماتا ہے: وما ينطق عن الهوى ان هو الا وحى يوحى۔(سورۃ النجم آیت:۳)

لہذا اس بھیانک آواز کا واقع ہونا یقینی ہے، مگر یہ حادثہ کس رمضان میں پیش آئے گا؟ نہ تو اس بات کی تعیین حدیث شریف میں ہے اور نا ہی کسی بزرگ نے یا کسی عالم نے اس کی تعیین کی ہے۔ ہاں حدیث میں بعض علامتوں کا ذکر ہے، مثلا اولوں کا کثرت سے پڑنا، کثرت سے زلزلے کا آنا۔

البتہ امام حاکم کی مستدرک علی الصحیحین کی ایک حدیث کے مطابق یہ حادثہ حضرت امام مہدی کے ظہور سے پہلے ہوگا، جیسا کہ آگے اس حدیث کا تذکرہ آرہا ہے۔

راویان حدیث پر ایک طائرانہ نظر

کانپور کی اسلامک علمی اکیڈمی کی طرف سے شائع کردہ وضاحتی بیان میں، اور بدایونی صاحب نے اپنی تحقیق میں اس حدیث کے راویوں پر جرح کی ہے۔ ذیل میں ہم ان راویوں پر اک طائرانہ نظر ڈالتے ہیں تاکہ جرح وتعدیل کی حقیقی صورت حال واضح ہو جائے۔

نعیم بن حماد:

امام بخاری نے اپنی کتاب "التاریخ الکبیر" میں نعیم بن حماد کا تذکرہ بغیر کسی جرح کے فرمایا، چنانچہ وہ لکھتے ہیں کہ ان کا نام "نعیم بن حماد مروزي ہے، انھوں نے مصر

میں سکونت اختیار کرلی تھی، ان کی کنیت ابو عبد اللہ ہے، ابن مبارک ابن عیینہ اور فضل بن موسی سے سماعت کی"۔[1]

حالانکہ التاریخ الکبیر کا مطالعہ کرنے والے جانتے ہیں کہ امام بخاری اس کتاب میں جرح وتعدیل بھی فرماتے ہیں۔

نعیم بن حماد کو اکثر وبیشتر ناقدین حدیث نے ثقہ اور صاحب علم کہا ہے، کسی نے ان پر جھوٹ کی تہمت نہیں لگائی ہے، جیسا کہ کتاب الفتن کے محقق ڈاکٹر سہیل زکار اپنی تقدیم میں لکھتے ہیں: ولقد وثق غالبية العلماء نعيما واتهموه بالوهم احيانا لكن نفوا عنه تهمة الكذب وعندهم كان صادقا قوى الايمان ثابت العقيدة متشددا۔[2]

ترجمہ: "اکثر علماء نے نعیم کی توثیق کی ہے کبھی کبھار وہم کی بات کہی ہے مگر ان سے کذب کی ہمیشہ نفی کی ہے علماء کے نزدیک وہ صادق، مومن قوی اور نہایت پختہ عقیدے کے مالک ہیں"۔

ڈاکٹر زکار سہیل صاحب کی یہ بات سو فیصد صحیح ہے کیونکہ جہاں ان پر بعض لوگوں نے کچھ جرح کی ہے تو جمہور ائمہ شان نے ان کی توثیق بھی کی ہے جو قابل

([1]) دیکھئے: "التاریخ الکبیر" للبخاری، 8/ 100۔

([2]) دیکھئے: "الفتن" کا مقدمہ، ص:٦۔

اعتنا ہے، مگر قابل افسوس بات یہ ہے کہ ان کی مذکورہ بالا حدیث کو موضوع قرار دینے والے حضرات عام طور پر ان کے حوالے سے ذہبی کی جرح تو نقل کر دیتے ہیں مگر انہیں امام ذہبی کی کتاب تذکرۃ الحفاظ اور میزان الاعتدال میں ذکر کیے گئے ان ائمہ شان کی عبارتیں نہیں نقل کرتے ہیں جن سے نعیم کا ثقہ ہونا ثابت ہوتا ہے۔

یہ لیجیے ذہبی ہی کتابوں سے نعیم کی توثیق حاضر ہے:

ابن معین نے کہا کہ نعیم میرے دوست ہیں اور وہ صدوق ہیں۔ (دیکھئے: تذکرۃ الحفاظ للذہبی، ج ۲ ص: 419)

امام احمد اور عجلی نے انھیں ثقہ فرمایا۔ (دیکھئے: تذکرۃ الحفاظ للذہبی، ج ۲ ص :419)

ابو حاتم رازی اپنی کتاب "الجرح والتعدیل" میں ان کا تذکرہ کرتے ہوئے فرماتے ہیں: محلہ الصدق، یعنی "وہ محل صدق ہیں"۔ (دیکھئے :الجرح والتعدیل، ج/۸ ص/۴۶۱)

ابن حبان نے انہیں ثقات میں ذکر کرنے کے بعد فرمایا: "ربما أخطا و وهم" ان سے کبھی کبھار خطا اور وہم کا وقوع ہوا ہے۔ (دیکھئے: الثقات لابن حبان، ج/ ۹، ص/۲۱۹)

علم حدیث سے شغف رکھنے والے اچھی طرح جانتے ہیں کہ ابن حبان اپنی ثقات میں کیسے راویوں کو ذکر کرتے ہیں، بلکہ لفظ "الثقات" ہی اس کتاب کے مضمون کی طرف غماز ہے۔

البتہ نعیم کے بارے میں ذہبی کا یہ قول: "لا يجوز لاحد ان يحتج به وقد صنف كتاب الفتن فاتى فيه بعجائب ومناكير" (کسی کے لئے یہ جائز نہیں ہے کہ نعیم بن حماد کی حدیث کو دلیل بنائے، انہوں نے کتاب الفتن تصنیف کی جس میں عجائب اور منکر حدیثیں بیان کیں) ذہبی کی اس عبارت سے مذکورہ حدیث کی موضوعیت قطعاً ثابت نہیں ہوتی ہے، کیونکہ ذہبی نے جہاں پر یہ بات کہی وہیں ابن عدی کے حوالہ سے یہ بھی نقل فرمادیا کہ ابن عدی نے نعیم بن حماد کی منکر حدیثوں کی نشاندہی کے بعد ان کی بقیہ حدیثوں کو مستقیم کہا ہے۔

اب اگر جمہور ناقدین کی آرا کو پس پشت ڈال کر ذہبی کا یہ تبصرہ قبول بھی کر لیا جائے تو اس عبارت کا مطلب صرف اتنا ہونا چاہئے کہ ابن حماد کی وہ روایتیں جو منکر ہیں ان سے دلیل پکڑنا درست نہیں ہے، البتہ منکر احادیث کے علاوہ ان کی دوسری احادیث مقبول ہیں، جیسا کہ ذہبی نے خود ابن عدی کی مذکورہ بات نقل کر کے اس کی توثیق کر دی ہے۔

اور اگر ذہبی کی مذکورہ عبارت سے یہ مطلب نکالا جاتا ہے کہ ان کی تمام روایتیں ساقط ہیں اور کتاب الفتن کی کوئی بھی روایت مقبول نہیں ہے تو یہ یقیناً ظلم

وزیادتی ہے اور واقع امر کے خلاف ہے، کیونکہ کتاب الفتن میں احادیث صحاح بھی ہیں
۔

علاوہ ازیں ذہبی کے اس قول میں مذکورہ حدیث کو موضوع کہنے کی بات کہاں کہی جارہی ہے ؟اس میں تو کتاب الفتن پر مطلقا تبصرہ کرتے ہوئے منکر کی بات کہی گئی ہے۔

کانپوری مولوی صاحبان کو حدیث منکر اور حدیث موضوع کے درمیان فرق علم حدیث کے کسی طالب علم سے معلوم کرلینا چاہئے، چنانچہ حدیث کا منکر ہونا اور ہے موضوع ہونا اور ہے۔

امام جلال الدین سیوطی التعقبات میں فرماتے ہیں: المنکر نوع آخر غیر الموضوع، وھو من قسم الضعیف۔[1]

ترجمہ: "منکر موضوع کے علاوہ ایک دوسری صنف ہے جو ضعیف کی ایک قسم ہے"۔

اسی میں ہے: صرح ابن عدی بان الحدیث منکر، فلیس بموضوع۔[2]

([1])دیکھیے: "تعقبات السیوطی علی موضوعات ابن الجوزی"، مطبوعہ دارمکۃالمکرمۃ، باب الاطعمہ، ص:۱۹۳۔

([2])دیکھیے:التعقبات، باب البعث، ص:۳۰۳۔

ترجمہ: " ابن عدی نے صراحت کی ہے کہ حدیث منکر ہے، لہذا موضوع نہیں ہے"۔

بلکہ امام الشان علامہ ابن حجر عسقلانی فرماتے ہیں:الطعن اما ان یکون لکذب الراوی بان یروی عنہ ما لم یقلہ صلی اللہ علیہ وسلم متعمدا لذلک او تھمتہ بذلک ،الاول ھو الموضوع والحکم علیہ بالوضع انما ھو بطریق الظن الغالب لا بالقطع اذ قد یصدق الکذوب، والثانی ھو المتروک۔[1]

ترجمہ: "طعن یا تو کذب راوی کی وجہ سے ہوگا مثلا اس نے عمدا اپنی بات روایت کی جو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے نہیں فرمائی تھی، یا اس پر ایسی تہمت ہو، پہلی صورت میں روایت کو موضوع کہیں گے اور اس پر وضع کا حکم یقینی نہیں بلکہ بطور ظن غالب ہے، کیوں کہ بعض اوقات بڑا جھوٹا بھی سچ بول دیتا ہے،اور دوسری صورت میں روایت کو متروک کہتے ہیں"۔

اس بات سے آپ بخوبی اندازہ لگا سکتے ہیں کہ کوئی روایت موضوع اسی وقت ہوگی جب اس کے راوی نے عمدا وہ حدیث گڑھی ہو اور اگر اس پر تہمت کذب ہے تو پھر اس کی روایت منکر ہوگی اور منکر ضعیف کے قسم سے ہے موضوع نہیں ہے۔

([1])دیکھیے: شرح نخبۃ الفکر مع نزہۃالنظر، طبع لاہور، ص:۵۴- ۵۹۔

یہی وجہ ہے جب آپ جرح وتعدیل کی کتابوں کا مطالعہ کریں گے تو آپ پر یہ بات عیاں ہو جائے گی کہ صحاح ستہ کے کئی راویوں پر کلام ہے پھر بھی ان کی حدیثوں پر موضوع کا حکم نہیں۔

ابو عمر:

نعیم بن حماد کی "الفتن" میں اور شاشی کی "المسند" میں مذکورہ بالا حدیث کی سند کے اندر ابو عمر نامی ایک راوی کا ذکر کیا گیا ہے، ظاہر ہے کہ "ابو عمر" کنیت ہے اور اس کنیت کے حامل کئی ایک راوی ہو سکتے ہیں، اس کی تعیین قدرے دشوار ہے، مگر علم حدیث سے خصوصی شغف رکھنے والے شاشی کی کتاب المسند کے محقق ڈاکٹر محفوظ الرحمان زین اللہ (استاذ الحدیث ومصطلحہ بکلیۃ الدراسات الاسلامیۃ والعربیۃ، دبئی) نے حاشیہ میں ابو عمر کی تعیین حفص بن غیاث سے کی ہے[1]۔ اور حفص بن غیاث محدثین کے نزدیک ثقہ ہیں، جیسا کہ ائمہ اعلام فرماتے ہیں:

قال يحي القطان: حفص أوثق أصحاب الأعمش.
قال ابن معين: ثقة. وقال العجلي: ثقة مامون فقيه. قال النسأي: ثقة.[2]

(1) دیکھیے: امام شاشی کی مسند کا حاشیہ، 2/ 262۔

(2) دیکھئے: تہذیب التہذیب، 2/ 154- 156.

اسی طرح اس حدیث کے دوسرے راوی بھی بے غبار ہیں، مگر حیرت کی بات ہے کہ "جارح" کی نظر غالباً شاشی کے حاشیہ پر پڑی ہی نہیں ورنہ حماد بن واقد جیسے ضعیف راوی کو تلاش کرنے کی زحمت نہ کرنی پڑتی۔ میری اس بات کو اس وقت اور تقویت مل جاتی ہے جب ہم دیکھتے ہیں کہ عالی جناب شاشی کی مسند کا تذکرہ تو فرماتے ہیں مگر حوالہ نہیں دیتے ہیں، جبکہ اس حدیث کے تعلق سے اتنی اہم کتاب کا تذکرہ بغیر کسی حوالہ کے کرنا علمی اسلوب کے خلاف ہے۔

ابن لہیعہ:

عبد اللہ بن لھیعہ بن عقبہ الحضرمی کا شمار مصر کے بڑے فقہا میں ہوتا ہے۔ ۹۶ھ میں پیدا ہوئے اور ۱۷۴ھ میں وفات ہوئی، کل عمر ۷۸ سال کی پائی، تقریباً ۷۲ تابعین کرام سے آپ کی ملاقات ثابت ہے۔[1]

کچھ لوگوں نے آپ کی جرح تو کی ہے مگر ائمہ شان سے آپ کی توثیق منقول ہے، چنانچہ احمد بن حنبل آپ کے تعلق سے فرماتے ہیں: من كان مثل ابن لهيعة بمصر فى كثرة حديثه وضبطه واتقانه۔[2]

(1) دیکھیے: میزان الاعتدال للذهبي، 2/ 262۔ تهذيب التهذيب لابن حجر العسقلاني، 3/ 621.

(2) دیکھیے: "میزان الاعتدال"، للذہبی، 2/ 428۔

ترجمہ: "کثرت حدیث، ضبط حدیث اور اتقان حدیث میں مصر کے اندر ابن لہیعہ کے پائے کا کون ہے؟"

ابن شاہین اپنی کتاب الثقات میں احمد بن صالح سے نقل کرتے ہیں کہ ابن لہیعہ ثقہ ہیں۔[1]

ابن حجر عسقلانی اور ذہبی نے ابن وہب کا قول نقل کیا کہ وہ فرماتے ہیں: حدثني – واللہ – الصادق البار عبد اللہ بن لهيعة۔[2]

ترجمہ: "واللہ مجھ سے سچے اور نیک عبد اللہ بن لہیعہ نے حدیث بیان کی"۔

امام ثوری جیسے محدث نے آپ سے شرف سماعت حاصل کرنے کے لئے کئی حج کیے۔ چنانچہ فرماتے ہیں: عند ابن لهيعة الاصول وعندنا الفروع حججت حججا لالقى ابن لهيعة۔[3]

ترجمہ: "ابن لہیعہ کے پاس اصول ہیں اور ہمارے پاس فروع ہیں۔ میں نے ان سے ملاقات کی غرض سے کئی حج کئے"۔

([1]) دیکھیے: الثقات لابن شاہین، ص: 125.

([2]) دیکھیے: میزان الاعتدال للذهبي، 2/ 262۔ تھذیب التھذیب لابن حجر العسقلاني، 3/ 623.

([3]) دیکھیے: تھذیب التھذیب لابن حجر العسقلاني، 3/ 623.

رہی بات بعض لوگوں کے نزدیک آپ کے ضعیف ہونے کی اور بعض کے نزدیک کتابوں کے جل جانے کی وجہ سے آپ سے سماعت نہ کرنا تو ظاہر ہے کہ اس سے آپ کا متہم بالکذب ہونا ثابت نہیں ہوتا ہے۔ اس لیے بڑی زیادتی ہوگی کہ صرف ان کے ضعف کی بنیاد پر ان کی روایت کردہ حدیث کو موضوع کہہ دیا جائے، اگر یہی ضابطہ اپنایا گیا تو بہت ساری صحیح حدیثوں سے بھی ہاتھ دھونا پڑے گا۔

عبد الوہاب بن حسین:

"جارح" نے ابن حجر کی کتاب "لسان المیزان" کے حوالے سے جہالت راوی نقل کر کے روایت کو مردود ثابت کرنے کی بظاہر کوشش کی، مگر یہ جاننے کہ زحمت نہیں فرمائی کہ جہالت راوی کی کتنی قسمیں ہیں اور کیا مجہول کی روایت مطلقا مردود ہے؟ کیا جہالت راوی کی بنیاد پر کسی حدیث کو موضوع قرار دیا جا سکتا ہے؟

کسی عالم فن سے پوچھیے کہ حدیث پر راوی کے مجہول ہونے کا کیا اثر پڑتا ہے؟ تو معلوم ہوگا کہ راوی کا مجہول ہونا زیادہ سے زیادہ حدیث کے ضعف کو ثابت کر سکتا ہے۔ بلکہ علما کا تو اس میں بھی اختلاف ہے کہ جہالت قادح صحت اور مانع حجیت ہے کہ نہیں، چہ جائے کہ جہالت راوی کی بنیاد پر کسی حدیث کو باطل وموضوع کہہ دیا جائے، یقینا یہ سراسر ظلم اور زیادتی ہے۔

میں تفصیل میں جائے بغیر اس سلسلے میں علماء اعلام اور ائمہ شان کی آرا نقل کر رہا ہوں ملاحظہ فرمائیں:

مولانا علی القاری رسالہ نصف شعبان میں فرماتے ہیں: جهالة بعض الرواة لا تقضى كون الحديث موضوعا، وكذا نكارة الالفاظ، فينبغى ان يحكم عليه بانه ضعيف ثم يعمل بالضعيف فى فضائل الاعمال اتفاقا۔[1]

ترجمہ: "بعض راویوں کے مجہول ہونے یا الفاظ کے بے قاعدہ ہونے سے حدیث موضوع نہیں ہوتی، اس لیے ضروری ہے کہ اس پر ضعیف کا حکم لگایا جائے اور ضعیف حدیث فضائل اعمال میں متفقہ طور پر مقبول ہے"۔

علامہ سیوطی اللآلی میں فرماتے ہیں: لو ثبتت جهالته لم يلزم ان يكون الحديث موضوعا ما لم يكن فى اسناده من يتهم بالكذب۔[2]

ترجمہ: "اگر راوی کی جہالت ثابت بھی ہو تو بھی حدیث کا موضوع ہونا لازم نہیں ہے۔ جب تک اس کی سند میں کوئی راوی وضع حدیث سے متہم نہ ہو"۔

اسی میں ہے: اذ لا يلزم من الجهل بحال الراوى ان يكون حديثه موضوعا۔[3]

([1]) دیکھیے: رسالہ نصف شعبان، تالیف: علی بن سلطان محمد المعروف بملا علی القاری (م: ۱۰۱۴ھ)، مخطوطہ مکتبہ ازہریہ، ص: ۱۵- ۱۶۔

([2]) دیکھیے: اللآلی المصنوعۃ للسیوطی، طبع دار المعرفۃ بیروت، ۲/ ۴۴۔

([3]) دیکھیے: اللآلی المصنوعہ، ۲/ ۱۱۸.

ترجمہ: "کیوں کہ راوی کے مجہول ہونے سے حدیث کا موضوع ہونا لازم نہیں آتا"۔

امام ابن جوزی نے حدیث "من قرض بيت الشعر بعد العشاء الآخرة لم تقبل له صلاة تلك الليلة" کو موضوع کہا اور علت یہ بیان کی اس میں ایک راوی مجہول اور دوسرا مضطرب کثیر الخطا ہے اس پر تبصرہ کرتے ہوئے ابن حجر عسقلانی نے "القول المسدد" میں فرمایا: ليس في شيء من هذا ما يقتضى على هذا الحديث بالوضع۔[1]

حالانکہ اس حدیث کا تعلق اعمال سے ہے نہ کہ فضائل یا ترغیب و ترہیب سے اور راویان حدیث پر محدثین کے تبصرے نہایت سخت ہیں، چنانچہ عقیلی نے مذکورہ حدیث پر جرح کرتے ہوئے کہا: لا يعرف الا بعاصم ولا يتابع عليه. وقال أحمد بن حنبل: مضطرب الحديث. وقال ابن حبان: كان كثير الخطأ فاحش الوهم۔[2]

اس کے باوجود ابن حجر عسقلانی نے اس حدیث کو موضوع نہیں کہا تو بھلا حدیث صیحۃ جس کا تعلق ترہیب سے ہے اور اس کے راویوں پر اس قسم کی جرح بھی نہیں تو وہ کیوں کر موضوع و باطل ہو سکتی ہے؟

([1]) دیکھیے: القول المسدد فی الذب عن المسند للامام احمد، الحديث الثاني، ص:30.

([2]) دیکھیے: القول المسدد، الحديث الثاني، ص:29.

غرضیکہ ان عبارتوں سے واضح ہو جاتا ہے کہ کسی ایک راوی یا ایک سے زیادہ کے مجہول ہونے سے حدیث باطل وموضوع نہیں ہو سکتی ہے۔

محمد بن ثابت:

عقیلی "الضعفاء الکبیر" میں بخاری سے نقل کرتے ہیں کہ انہوں نے محمد بن ثابت کے بارے میں فرمایا: بصری، فیہ نظر، یعنی وہ بصرہ کے رہنے والے ہیں اور محل نظر ہیں۔

یحی بن معین سے نقل کیا : محمد بن ثابت البنانی لیس بشیئ، اور ابوداود سے نقل کیا کہ وہ ضعیف ہیں۔[1]

کم وبیش اسی طرح کی باتیں ابن شاہین نے الثقات میں، امام ذہبی نے میزان الاعتدال میں اور ابن حجر نے تہذیب التہذیب میں نقل کی ہیں۔

ان تمام عبارتوں سے محمد ثابت کا ضعف تو ثابت ہو سکتا ہے مگر ان کا کذب قطعاً ثابت نہیں ہوتا ہے۔ اہل علم جانتے ہیں کہ کسی راوی کا ضعیف ہونا اور ہے اور کذاب ہونا اور ہے۔

تہذیب التہذیب میں ہے : هو عزيز الحديث ولم يأت بمتن منكر[1]۔

(1)۔الضعفاء الکبیر۔ ۴/ ۳۹ – ۴۰۔

اسی میں ہے : كان عفان يقول: محمد بن ثابت البناني رجل صدوق في نفسه لكنه ضعيف الحديث۔[2]

ثابت بن اسلم البنانی:

اس حدیث کے راویوں کی ایک کڑی حضرت ثابت بن اسلم البنانی بھی ہیں جن کے متعلق محدثین کے اقوال یہ ہیں:

قال ابو طالب: سألت أحمد بن حنبل قلت: ثابت أثبت أو قتادة؟ قال: ثابت يتثبت في الحديث...وكان محدثا من الثقات المأمونين صحيح الحديث.

قال أحمد بن عبد الله العجلي: ثقة رجل صالح.

قال: النساي: ثقة.

قال أبو أحمد بن عدي: هو من تابعي أهل البصرة وزهادهم ومحدثيهم وقد كتب عنه الأئمة الثقات من الناس.

قال ابن سعد: كان ثقة مامونا۔[3]

=

(1) دیکھیے: تہذیب التہذیب، ۹/ ۸۳۔

(2) دیکھیے: تہذیب التہذیب، ۹/ ۸۳۔

(3) دیکھئے: تہذیب التہذیب، 1/ 487.

مگر منکرین نے ثابت بن اسلم کے تعلق سے یہ عبارتیں پیش کرنے کی زحمت نہیں فرمائی۔ گویا ایسا لگتا ہے کہ محاسن سے چشم پوشی اور عیوب تلاش کرنا ہی ان کا شیوہ ہو۔

حارث بن عبداللہ الہمدانی:

"جارح اعظم" بڑے ہی طمطراق کے ساتھ مذکورہ حدیث کے ایک راوی "حارث" کے بارے میں امام مسلم کا تبصرہ نقل کرکے سوچ رہے ہوں گے کہ ہم نے جگ جیت لیا ہے، راوی کو کذاب بتاکر خیال کر رہے ہوں گے کہ ہم نے بہت بڑا تیر امار دیا ہے، کیوں کہ حارث کے کذاب ثابت ہونے کے بعد اب کوئی چیز نہیں ہے جو اس حدیث کو بچاسکے، کیوں کہ ان کے علاوہ کوئی اور نہیں جو متہم بالکذب ہو، بلکہ زیادہ سے زیادہ ضعف کی بات کہی جاسکتی ہے۔

مگر خوش فہمی میں نہ رہیں بلکہ بہتر ہوگا کہ کسی محدث کی بارگاہ میں ابھی زانوے ادب تہہ کریں، یا کسی بزرگ عالم کی کتابوں کا کم از کم سہارا ہی لے لیں شاید ابھی اصلاح ہو جائے اور محدثین کے نزدیک کذاب کی اصطلاح اور اور اس کی تفاصیل سے واقفیت ہو جائے ورنہ اگر آپ اسی جارحانہ انداز میں جرح فرماتے رہیں گے تو سنن اربعہ کا کیا ہوگا جن میں انہیں حارث اعور کی روایتیں موجود ہیں؟ سنن نسائی کے بارے میں کیا کہیں گے انہوں نے بھی انہیں حارث سے روایت کی ہے؟ بلکہ شعبی کی ان احادیث کے بارے میں کیا کہیں گے جو انہوں نے انہیں حارث اعور سے رویت کی

ہیں؟ باوجودیکہ ان کو کذاب بھی کہا ہے۔ کیا یہ تعجب کی بات نہیں ہے کہ شعبی جیسا امام علم وفن ایک راوی کو کذاب بھی کہے اور پھر اسی سے روایت بھی کرے؟ کیا دونوں باتوں میں تضاد نہیں ہے؟؟!

حارث کے بارے میں امام مسلم کا مقدمہ تو آپ نے پڑھ لیا مگر ذرا کچھ جرح وتعدیل کی کتابیں بھی دقت نظر اور سنجیدگی سے مطالعہ کرلیں، راویان حدیث پر کذب ووضع کا تیر چلاتے وقت آپ کے زبانی دعوے سے تو ایسا لگتا ہے کہ جرح وتعدیل کی تمام عبارتیں آپ کے پیش نظر ہیں، مگر حقیقت حال یہ ہے کہ آپ نے ابن شاہین کی "الثقات" ذہبی کی "میزان الاعتدال" اور عسقلانی "تہذیب التہذیب" دیکھی ہی نہیں، ورنہ جہاں آپ حارث کو کذاب بتانے والی عبارت پاتے وہیں آپ کو ان کے دفاع میں ائمہ شان کے اقوال بھی نظر آجاتے، مگر مجھے لگتا ہے کہ آپ نے ان کتابوں کی ورق گردانی کی زحمت ہی نہیں فرمائی، یہ لیجے میں آئینہ دکھا دیتا ہوں، پڑھئے اور غور سے پڑھئے:

ابن شاہین ثقات میں لکھتے ہیں: قال أحمد بن صالح المصري: الحارث الأعور ثقة، ما أحفظه وما أحسن ما روى عن علي،.. قيل له: فقد قال الشعبي: كان يكذب. قال: لم يكن يكذب في الحديث إنما كان كذبه في رأيه۔[1]

---

[1] دیکھیے: الثقات لابن شاہین، ص: 71 - 72۔ اور تہذیب التہذیب، 1/ 614.

ترجمہ: "احمد بن صالح مصری کہتے ہیں کہ حارث ثقہ ہیں، اور وہ کتنے عمدہ حافظ ہیں، حضرت علی سے کتنی اچھی روایتیں کیں ہیں!... ان سے سوال کیا گیا کہ شعبی نے کہاہے کہ وہ جھوٹ بولتے تھے؟ فرمایا: حدیث شریف میں جھوٹ نہیں بولتے تھے ہاں اپنی ذاتی رائے میں جھوٹ بولتے تھے"۔

اب ذہبی کا بھی تبصرہ سن لیجئے وہ فرماتے ہیں: والظاهر أنه كان يكذب في لهجته وحكاياته وأما في الحديث النبوي فلا۔ [1]

ترجمہ: "ظاہر ہے کہ وہ (حارث) اپنی عام بات چیت میں جھوٹ بول دیتے تھے مگر حدیث شریف میں تو وہ کبھی جھوٹ نہیں بولتے تھے"۔

ذہبی کی ایک عبارت اور ملاحظہ فرمائیں: وكان من أوعية العلم. قال: قرة بن خالد: أخبرنا محمد بن سيرين قال: كان أصحاب ابن مسعود خمسة يوخذ منهم، أدركت منهم أربعة، وفاتني الحارث فلم أره وكان يفضل عليهم۔ [2]

ترجمہ: "(حارث) اہل علم میں سے ہیں۔ قرہ بن خالد نے کہا کہ ہمیں محمد بن سیرین نے خبر دی، وہ فرماتے ہیں کہ ابن مسعود رضی اللہ تعالی عنہ کے پانچ ایسے شاگرد

[1] دیکھیے: میزان الاعتدال، 1/ 400.

[2] دیکھیے: میزان الاعتدال، 1/ 400.

ہیں جن سے استفادہ کیا جاتا ہے۔ ان میں سے چار کی صحبت مجھے حاصل ہے جب کہ حارث کو نہ دیکھ سکا، ان کو چاروں پر افضیلت حاصل تھی"۔

اور یہ دیکھئے امام الشان علامہ ابن حجر عسقلانی ابن عبد البر سے نقل فرماتے ہیں: قال ابن عبد البر في كتاب العلم له،... أظن الشعبي عوقب بقوله في الحارث كذاب، ولم يبن من الحارث كذبه وإنما نقم عليه إفراطه في حب علي۔ [1]

ترجمہ: "ابن عبد البر نے اپنی کتاب "العلم" میں فرمایا: حارث کو کذاب کہنے کی وجہ سے شعبی کو تنبیہ کی گئی، اور حارث کا جھوٹ ثابت نہ ہوا، حب علی میں غایت درجہ وارفتگی کی وجہ سے انہوں نے ظلما ان پر یہ حکم لگایا ہے"۔

ذرا سوچئے! ابن عبد البر جیسا متبحر عالم یہ کہے کہ حارث کا کذاب ہونا ثابت نہیں ہے، ان پر تہمت کذب کی حقیقت صرف حب علی میں شدت وارفتگی کی بنا پر ہے۔ اور آج کے جدت پسند ان کا کذب ثابت فرمائیں۔

کیا ائمہ شان کی طرف سے اس وضاحت کے بعد بھی حضرت حارث آپ کو کذاب نظر آرہے ہیں؟ یا پھر آپ نے یہ طے کر لیا ہے کہ کوئی کچھ بھی کہے میں تو ان کو

[1] دیکھیے: تھذیب التھذیب، 1/ 614.

کذاب ہی کہوں گا؟ تو کیا آپ کا یہی مذہب ہے کہ لوگوں پر کیچڑ اچھالیں؟ اور اگر ایسا نہیں تو آپ نے اک طرفہ بات پر کیسے جزم کر لیا۔ کچھ تو شرم کیجیئے صاحب!

جناب عالی! یہ علم حدیث ہے جو دقت نظر اور وسعت مطالعہ چاہتا ہے، فقیر کا آپ کے لیے نہایت مخلصانہ مشورہ ہے کہ پہلے جایئے کچھ پڑھ لکھ لیجیے پھر ائمہ کرام سے الجھنے کی سعی لاحاصل فرمایئے۔

خلاصہ یہ کہ حدیث مذکور کو موضوع اور باطل قرار دینے والے حضرات لاکھ ہاتھ پیر مارنے بعد بھی حدیث کے راویوں کو کذاب ثابت کرنے سے قاصر نظر آتے ہیں۔ علما جرح وتعدیل کی تمام عبارتوں کا ماحصل اس سے زیادہ کچھ نہیں کہ بعض راوی بعض کے نزدیک مجہول ہیں یا غایت درجہ ضعیف ہیں۔

للہ الانصاف! علم حدیث سے شغف رکھنے والے اچھی طرح جانتے ہیں کہ ضعف رواۃ کی وجہ سے حدیث کو موضوع و باطل کہنا ظلم ہے۔ جیسا کہ امام سیوطی علیہ الرحمہ ذہبی سے نقل کرتے ہیں:

رأيت الذهبي قال في تاريخه: هذا حديث منكر لا يعرف إلا ببشر، وهو ضعيف. انتهى. فعلم أنه ضعيف لا موضوع.

ترجمہ: "میں نے پڑھا امام ذہبی نے اپنی تاریخ میں کہا کہ یہ حدیث منکر ہے، یہ بشر ضعیف کے علاوہ معروف نہیں. انتھی. پس معلوم ہوا کہ یہ ضعیف ہے موضوع نہیں"۔

اب ذرا غور فرمائیں کہ راوی ضعیف ہے حدیث پر منکر ہونے کا حکم ہے پھر بھی ذہبی کے نزدیک وہ حدیث موضوع نہیں ہے۔

اسی طرح دوسری بعض روایت میں راوی وضاع (یعنی حدیثیں گڑھنے والا) ہوتا ہے پھر بھی حدیث موضوع نہیں ہوتی ہے، بلکہ تعدد طرق سے حدیث کو تقویت مل رہی ہے۔

"القول المسدد" اور "تعقبات" وغیرہ کتب میں اس کی نظیریں کثرت سے پائی جارہی ہیں، مزید معلومات کا شوق رکھنے والے حضرات ان کتابوں کی طرف رجوع کر سکتے ہیں۔

حیرت ہے کہ مذکورہ بالا حدیث کو موضوع بتانے کا شوق بعض حضرات کو اس قدر ستایا کہ خانقاہی رسم ورواج کا بھی خیال نہ رہا، چادر وگاگر کے ماحول میں تربیت پانے والے حضرات یہ بات بھول گئے کہ اگر بدمذہبوں کی تائید میں اسی طرح کے اصول پر عمل کرتے ہوئے احادیث کریمہ پر باطل وموضوع ہونے کا حکم لگائیں گے تو آباء واجداد کی فکری تراث کا کیا ہوگا، شب براءت اور انگوٹھے چومنے جیسے معتقدات اہل سنت کا کیا ہوگا، جن معتقدات کی حفاظت وصیانت میں آباء واجداد نے متاع زندگی صرف کر دی

تھی کیا آں جناب نے کبھی یہ جاننے کی کوشش کی کہ وہ معتقدات کس قسم کی حدیثوں سے ثابت ہیں؟ یا پھر آباءواجداد کے معتقدات قصہ پارینہ ہو گئے ؟!

میرے خیال میں اگر "جارح" صاحب ان باتوں میں غور کریں گے تو انہیں احادیث صیحہ کو باطل و موضوع کہنے کی جراءت قطعاً نہیں ہونی چاہیے، پھر بھی اگر وہ مصر ہیں تو کہیے:

ع وہ اندھیرے ہی بھلے تھے کہ قدم راہ پہ تھے

کانپور کے وضاحتی بیان میں علمی خیانت کا ارتکاب:

مذکورہ حدیث کے حوالے سے اسلامک اکیڈمی کے بیان میں عقیلی کی جو عبارت پیش کی گئی ہے: "ليس لهذا الحديث اصل من حديث ثقة ولا من وجه يثبت" اور پھر اس عبارت کو بنیاد بنا کر اکیڈمی کے حدیث داں لوگوں نے ابن نعیم کی روایت کردہ جس حدیث کو موضوع کہا ہے درحقیقت عقیلی کا یہ تبصرہ اس روایت کے بارے میں ہے ہی نہیں، بلکہ یہ بات تو انہوں نے عبدالواحد بن قیس کی اس حدیث پر کی ہے جو انہوں نے حضرت ابوہریرہ سے روایت کی ہے۔[1]

اور یہ لوگ شاشی اور ابن نعیم کی مذکورہ حدیث جو حضرت عبداللہ بن مسعود سے مروی ہے اس کو موضوع بتارہے ہیں، جب کہ اس میں عبدالواحد بن قیس نام کا

(1) دیکھئے: عبدالواحد بن قیس کے حالات عقیلی کی مشہور زمانہ کتاب: الضعفاء الکبیر ۳/۵۳ میں۔

کوئی راوی موجود ہی نہیں ہے، جیسا کہ ہم نے نعیم بن حماد کی پوری سند پیش کردی ہے، مگر اکیڈمی والوں کی یہ علمی خیانت ہے کہ انہوں نے کسی کا تبصرہ کسی پر چسپاں کر کے "مارے گھٹنہ پھوٹے سر" کی کہانی دہرادی۔

ابن جوزی کی کتاب "الموضوعات" کی حقیقت:

اسلامک علمی اکیڈمی کے بیان میں عقیلی کے علاوہ ابن جوزی کی کتاب "الموضوعات" کا بھی حوالہ دیا گیا ہے، اس تعلق سے اتنا کہہ دینا کافی ہے کہ حدیث کے موضوع اور صحیح ہونے کے حوالے سے ابن جوزی کا قول قابل اعتبار نہیں ہے، جیسا کہ ذہبی نے خود اس بات کا اعتراف کیا ہے۔ چنانچہ وہ تذکرۃ الحفاظ میں لکھتے ہیں:

واما الكلام على صحيحه وسقيمه فما له فيه ذوق المحدثين ولا نقد الحفاظ المبرزين ولا يوصف ابن الجوزى بالحفظ عندنا۔[1]

ترجمہ: "حدیث کے صحیح وسقیم کے حوالے سے ابن جوزی کے کلام میں محدثین کا ذوق نہیں پایا جاتا ہے اور اس سلسلے میں نہ ہی ان کی تنقید نمایاں حفاظ حدیث کی تنقید کی طرح ہے، وہ تو صنعت حدیث کے اعتبار سے ہمارے نزدیک حافظ بھی نہیں ہیں"۔

(1) دیکھیے: تذکرۃ الحفاظ للذھبی ص:۸۔

اور واضح رہے کہ ابن جوزی پر ذہبی کا یہ تبصرہ کسی دشمنی کی بنیاد پر نہیں ہے بلکہ حقیقت حال پر مبنی ہے، کیوں کہ ذہبی نے جہاں ان پر یہ تبصرہ فرمایا ہے وہیں ان کی بے پناہ خوبیوں کا بھی تذکرہ فرمایا ہے، تفصیل کے لیے دیکھئے ان کی کتاب تذکرۃ الحفاظ اور سیر اعلام النبلاء۔

اسی طرح ابن جوزی کے حوالے سے امام جلال الدین سیوطی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں : فان کتاب الموضوعات جمع الامام ابو الفرج ابن الجوزی، قد نبہ الحفاظ قدیما وحدیثا علی ان فیہ متساهلا كثيرا واحادیث لیست بموضوعۃ بل ھی من وادی الضعیف وفیہ آحادیث حسان واخری صحاح بل وفیہ حدیث من صحیح مسلم نبہ علیہ الحافظ ابو الفضل ابن حجر ووجدت فیہ حدیثا من صحیح البخاری من روایۃ حماد بن شاکر۔[1]

ترجمہ: "امام ابوالفرج ابن جوزی نے الموضوعات نام کی کتاب تصنیف فرمائی جس کے حوالے سے قدیم وجدید حفاظ نے تنبیہ فرمائی کہ اس میں بہت ساری تساہلی برتی گئی ہے، اس میں بہت ساری حدیثیں موضوع نہیں ہیں بلکہ وہ ضعیف کے قبیل سے ہیں، کچھ حدیثیں حسن ہیں، کچھ حدیثیں صحیح ہیں بلکہ اس میں ایک حدیث صحیح

(1) دیکھیے: تعقبات السیوطی علی موضوعات ابن الجوزی، ص: ۲۲/۲۳

مسلم کی ہے جس پر حافظ ابن حجر نے تنبیہ فرمائی اور میں نے ایک حدیث صحیح بخاری کی بھی اس میں پائی ہے جسے حماد بن شاکر نے روایت کی ہے"۔

ابن جوزی کے بارے میں ابن رجب کہتے ہیں کہ ان کی تصنیفات میں کثرت سے غلطیاں در آئیں ہیں جس کی وجہ یہ ہے کہ وہ کثیر التصانیف تھے، ایک کتاب لکھتے اور اسے پورا نہیں کر پاتے کہ دوسرے کام میں لگ جاتے۔

سیف بن مجد کہتے ہیں کہ میں نے ابن نقطہ کو یہ کہتے ہوئے سنا کہ ابن اخضر سے یہ کہا گیا کہ کیا آپ ابن جوزی کے کچھ اوہام بیان نہیں کریں گے؟ جس کے جواب میں ابن اخضر نے کہا کہ جس کی غلطیاں کم ہوں اس کی غلطیوں کو شمار کیا جا سکتا ہے ان کے اوہام اتنے زیادہ ہیں کہ شمار نہیں کئے جا سکتے۔

یہ ہیں امام ابن جوزی کہ جن کے یہاں اوہام کی اس قدر کثرت ہے کہ علمانے شمار سے باہر بتایا ہے، جنہوں نے ضعیف، حسن، اور صحیح حدیثوں کو بھی موضوع کہہ ڈالا، بلکہ جن کے نزدیک بخاری اور مسلم کی بھی حدیثیں موضوع ہونے سے نہ بچ پائیں، لہذا موضوع کے حوالے سے ایسے شخص کی بات کیوں کر معتبر ہو سکتی ہے؟

کیا اسلامک علمی اکیڈمی کے ارباب حل وعقد نے امام ابن حجر عسقلانی کی کتاب "القول المسدد فی الذب عن المسند للامام احمد" کا مطالعہ نہیں کیا ہے؟ اگر مطالعہ ہے تو انہیں معلوم ہونا چاہئے کہ جب امام احمد بن حنبل جیسے مشہور اور قابل اعتماد محدث کی کتاب "المسند" کی کچھ حدیثوں پر ابن جوزی نے موضوع اور من گڑھت

ہونے حکم لگایاتوابن حجر جیسے متبحر عالم، روایت حدیث پر گہری نظر رکھنے والے، صحیح وسقیم کی تمیز کرنے والے بے مثال ناقد ومحدث نے مذکورہ بالا کتاب لکھ کر امام احمد بن حنبل کی مسند کا زبردست دفاع فرمایاہے۔

اسی طرح ماہر علوم حدیث، امام الشان علامہ جلال الدین سیوطی علیہ الرحمہ نے بھی "التعقبات" لکھ کر ابن جوزی کی کتاب "الموضوعات" کی تنقید کی ہے۔ اگر اکیڈمی کے نام نہاد محدثین ان کتابوں مطالعہ کئے ہوتے اور جرح وتعدیل کی نزاکتوں سے واقف ہوتے تو شواہد کی صورت میں کسی حدیث کو موضوع کہنے کی جسارت نہ کرتے۔

تعدد طرق سے حدیث حسن ہوجاتی ہے:

خلاصہ گفتگو یہ ہے کہ اس باب میں ابن جوزی کا کوئی تبصرہ ناقدین حدیث کے نزدیک قابل قبول نہیں بالخصوص حدیث مذکور جو شواہد کی بناپر ضعیف نہیں بلکہ حسن ہوجاتی ہے، جیساکہ ناقدین حدیث کااس بات پر اتفاق ہے کہ اگر کسی روایت کے راویوں میں کچھ کلام بھی ہوتووہ تعدد طرق سے حسن ہوجائے گی۔

چنانچہ ملا علی قاری مرقاۃ میں فرماتے ہیں : تعدد الطرق یبلغ الضعیف الی حد الحسن۔[1]

([1])دیکھیے: مرقاۃ شرح مشکاۃ، مطبوعہ مکتبہ امدادیہ ملتان۔۳/ ۱۸

ترجمہ: "تعدد طرق کی وجہ سے حدیث ضعیف حسن کے درجہ پر فائز ہوجاتی ہے"۔

محقق علی الاطلاق فتح القدیر میں فرماتے ہیں: لو تم تضعیف کلھا کانت حسنۃ لتعدد طرقھا وکثرتھا۔[1]

ترجمہ: "اگر تمام روایتوں میں ضعف ہو پھر بھی تعدد طرق اور کثرت اسناد کی بنیادپر وہ روایتیں حسن ہوجائیں گی"۔

امام ابن حجر مکی صواعق محرقہ میں فرماتے ہیں: هذه الاسانيد وان کانت ضعیفۃ لکنھا اذا ضم بعضھا الی بعض احدثت قوۃ۔[2]

ترجمہ: "یہ سندیں اگرچہ ضعیف ہیں مگر بعض کے بعض سے مل جانے کی وجہ سے قوت پیداہوگئی ہے"۔

امام جلال الدین سیوطی تعقبات میں فرماتے ہیں: المتروک او المنکر اذا تعددت طرقہ ارتقی الی درجۃ الضعیف القریب بل ربما یرتقی الی الحسن۔[3]

([1])دیکھیے: فتح القدیر، مطبوعہ نوریہ رضویہ سکھر۔۱/ ۲۶۶

([2])دیکھیے: الصواعق المحرقہ، مطبوعہ مطبع مجیدیہ ملتان۔ باب اول، فصل اول، ص:۱۸۴۔

([3])دیکھیے: التعقبات علی الموضوعات، باب المناقب، ص:۳۴۱۔

ترجمہ: "متروک اور منکر حدیثیں تعدد طرق کی بنیاد پر ضعیف قریب بلکہ کبھی حسن پر فائز ہو جائیں گی"۔

ان ائمہ کرام کی تصریحات سے یہ بات روز روشن کی طرح واضح ہو جاتی ہے کہ ضعیف روایت بلکہ متروک و منکر بھی تعدد طرق سے حسن ہو جاتی ہے۔

اس بات کو آسان لفظوں میں آپ اس طرح سمجھ سکتے ہیں کہ زید جو ایک نا قابل اعتماد شخص ہے کوئی خبر لے کر آیا، پھر وہی خبر خالد بھی لیکر آیا، پھر عمرو بھی وہی خبر لیکر آیا پھر بکر، پھر کریم، غرضیکہ زید کے علاوہ متعدد لوگوں نے وہی خبر دہرائی اب زید اگرچہ نا قابل اعتماد تھا مگر متعدد جہتوں سے اس کی خبر کی تصدیق ہو جانے سے اس کی بات مقبول ہو جائے گی اگرچہ وہ خود قابل اعتماد نہ تھا، اسی طرح ناقدین حدیث نے ضعیف، منکر اور متروک روایتوں کو تعدد طرق کی وجہ سے حسن کہا ہے جیسا کہ ہم نے علمائے فن کے اقوال پیش کر دیئے۔

یہ تو حدیث حسن ہے:

لہذا اگر مان بھی لیتے ہیں کہ ابن نعیم ثقہ نہیں ہیں یا پھر اور کوئی راوی ثقہ نہیں ہے تو بھی یہ حدیث موضوع نہیں ہو سکتی ہے، اس لیے کہ علمانے اس کے کئی شواہد ذکر کیے ہیں جن کی بنیاد پر یہ حدیث حسن ہو جاتی ہے، جیسا کہ علامہ ابو الحسن علی بن محمد بن عراق کنانی نے اپنی کتاب "تنزیہ الشریعۃ المرفوعۃ" میں فیروز الدیلمی کی

حدیث نقل کر کے، پھر اس پر عقیلی، طبرانی، سیوطی اور ذہبی کے تبصروں کا ذکر کر کے فرماتے ہیں: لكن للحديث طرق أخرى، فعند الطبراني في الأوسط من حديث أبي هريرة، وعند أبي الشيخ في الفتن من حديث ابن مسعود، وعند نعيم بن حماد في الفتن من حديث ابن مسعود أيضا، وعنده أيضا من حديث أبي هريرة، ومن حديث عبد الله بن عمرو، ومن مرسل مكحول، ومن مرسل شهر بن حوشب، وعن كعب وغيره۔[1]

"... لیکن اس حدیث کی دوسری سندیں بھی ہیں، چنانچہ طبرانی نے "المعجم الاوسط" میں حضرت ابوہریرہ کی حدیث نقل کی، ابو الشیخ نے "الفتن" میں حضرت عبد اللہ بن مسعود کی حدیث نقل کی، اسی طرح نعیم بن حماد نے بھی حضرت عبد اللہ بن مسعود، حضرت ابو ہریرہ، اور حضرت عبد اللہ بن عمرو کی روایتیں بیان کیں، ساتھ ہی مکحول، شہر بن حوشب اور کعب وغیرہ کی مراسیل بھی ذکر کی ہیں"۔

ذیل میں ان شواہد روایتوں کی قدرے تفصیل پیش کی جا رہی ہے، ملاحظہ فرمائیں۔

[1] "تنزیہ الشریعۃ المرفوعۃ عن الاخبار الشنیعۃ الموضوعۃ"، تالیف: ابو الحسن علی بن محمد بن عراق الکنانی (م: 963ھ)، تحقیق و مراجعۃ: عبد الوھاب عبد اللطیف عبد اللہ محمد بن الصدیق، دار الکتب العلمیۃ، بیروت، ط/2، 1981ھ، 2/ 347- 348.

پہلی حدیث

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کی

نعیم بن حماد نے اپنی کتاب "الفتن" میں، شاشی نے اپنی کتاب مسند میں اور امام جلال الدین سیوطی نے اللآلی المصنوعہ میں ابوالشیخ کی "الفتن" سے نقل کیا:

أنبأنا أحمد بن روح الشعراني، حدثنا محمد بن إبراهيم بن عبد الله المنصوري، حدثنا أبو بكر بن عياش عن محمد بن ثابت عن مسروق عن عبد الله بن مسعود قال قال رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم: تكون ضجة في رمضان، وتكون معمعة في شوال، وتميز القبائل في ذي القعدة، وتسفك الدماء في ذي الحجة، وخروج أهل المغرب في المحرم۔[1]

دوسری حدیث

فیروز الدیلمی رضی اللہ عنہ کی

ابن ابی عاصم نے الآحاد والمثانی میں، طبرانی نے المعجم الکبیر میں اور ابو عمرو الدوانی نے "السنن الواردۃ فی الفتن" میں روایت کی:

(1) دیکھئے: اللآلي المصنوعة للسيوطي، 2/ 286 - 287 .

"عن فيروز الديلمى قال: قال رسول الله □: (يكون فى رمضان صوت). قالوا: يارسول الله □: فى أولہ أو فى أوسطہ أو فى آخره؟ قال: لا بل فى النصف من رمضان اذا كان ليلۃ لنصف ليلۃ الجمعۃ يكون صوت من السماء يصعق لہ سبعون الفا ويخرس سبعون الفا ويعمى سبعون ألفا ويصم سبعون الفا). قالوا يارسول الله □ فمن السالم من أمتک؟ قال: (من لزم بيتہ وتعوذ بالسجود وجهر بالتكبير لله، ثم يتبعہ صوت آخر والصوت الأول صوت جبريل والثانى صوت الشيطان فالصوت فى رمضان والمعمعۃ فى شوال وتميز القبائل فى القعدة ويغارعلى الحجاج فى ذى الحجۃ، وفى المحرم وما المحرم؟ أولہ بلاء على أمتى وآخره فرح لأمتى الراحلۃ فى ذلک الزمان بقتبها ينجوعليها المومن خير لہ من دسكرة تغل مائۃ ألف"۔[1]

تیسری حدیث

حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما کی

حاکم نے مستدرک علی الصحیحین کتاب الفتن والملاحم میں عمرو بن شعیب سے حسب ذیل سند روایت کی ہے:

(1) دیکھئے: الآحاد والمثانی لابن ابی عاصم، ۵۱۱/۴، والمعجم الکبیر للطبرانی، ۳۳۲/۱۸، و"السنن الواردۃ فی الفتن" لابی عمرو الدوانی، ۲۳۸/۵.

أخبرني محمد بن مؤمل، ثنا الفضل بن محمد، ثنا نعيم بن حماد، ثنا أبو يوسف المقدسي، عن عبد الملك بن سليمان، عن عمرو بن شعيب عن أبيہ عن جده قال: قال رسول الله □: في ذي القعدة تجاذب القبائل وتغادر فينهب الحاج فتكون ملحمۃ بمنى يكثر فيها القتلى ويسيل فيها الدماء حتى تسيل دماؤهم على عقبۃ الجمرة وحتى يهرب صاحبهم فياتى بين الركن والمقام فيبايع وهو كاره يقال لہ: إن أبيت ضربنا عنقك يبايعہ مثل عدة أهل بدر يرضى عنهم ساكن السماء وساكن الأرض .[1]

قال: أبو يوسف: فحدثني محمد بن عبد الله، عن عمرو بن شعيب عن أبيه، عن عبد الله بن عمرو رضي الله عنهما قال: يحج الناس معا على غير إمام فبينما هم نزول بمنى إذ أخذهم كالكلب فثارت القبائل بعضها إلى بعض واقتتلوا حتى تسيل العقبة دما فيفزعون إلى خيرهم فيأتونه وهو ملصق وجهه إلى الكعبة يبكي كأني أنظر إلى دموعه فيقولون: هلم فلنبايعك، فيقول: ويحكم كم عهد قد نقضتموه وكم دم قد سفكتموه فيبايع كرها فإذا أدركتموه فبايعوه فإنه المهدي في الأرض والمهدي في السماء۔[2]

نعیم بن حماد نے بھی "الفتن" میں عن عمرو بن شعیب عن ابیہ عن عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما سے روایت کی ہے، جو حسب ذیل ہے:

---

(1) دیکھئے: مستدرک علی الصحیحین للحاکم، 549/4.

(2) دیکھئے: مستدرک علی الصحیحین للحاکم، 549/4.

عن عمرو بن شعيب عن أبيه عن جده عن النبي صلى الله تعالى عليه وسلم، قال: يكون صوت في رمضان، ومعمعة في شوال، وفي ذي القعدة تحارب القبائل وعامئذ ينتهب الحاج وتكون ملحمة عظيمة بمنى يكثر فيها القتلى وتسيل فيها الدماء وهم على عقبة الجمرة۔[1]

چوتھی حدیث

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کی

امام طبرانی نے المعجم الاوسط (۱/۱٦۳) میں حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کی جو حسب ذیل ہے:

حدثنا أحمد بن القاسم، قال: نا إبراهيم بن محمد بن عرعرة، قال: نا نوح بن قيس، قال: نا البحتري، عن عبد الحميد، عن شهر بن حوشب عن أبي هريرة، قال: قال النبى □: فى شهر رمضان الصوت، وفى ذى القعدة تميز القبائل، وفى ذى الحجۃ يسلب الحاج۔[2]

---

(1) دیکھیے: الفتن: نعیم بن حماد، ج۱، ص: ۲۲٦.

(2) دیکھیے: المعجم الأوسط للحافظ أبي القاسم سليمان بن أحمد الطبراني، (م:360)، دار الحرمین، القاهرة، 1415ھ- 1995م، 1/ 163.

اسی طرح نعیم بن حماد نے "الفتن" میں حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالی عنہ سے دو روایتیں کی ہیں جو حسب ذیل ہیں:

عن أبي هريرة رضي الله تعالى عنہ عن النبي صلى الله تعالى عليه وسلم، قال: تكون آية في شهر رمضان، ثم تظهر عصابة في شوال، ثم تكون معمعة في ذي القعدة، ثم يسلب الحاج في ذي الحجة، ثم تنتهك المحارم في المحرم، ثم يكون صوت الفتن في صفر، ثم تنازع القبائل في شهري ربيع، ثم العجب كل العجب بين جمادى ورجب ثم ناقة مقتبة خير من دسكرة بغل مائة ألف)۔ [1]

عن أبي هريرة رضي الله تعالى عنه قال: في رمضان هدة توقظ النائم وتخرج العواتق من خدورها، وفي شوال مهمهة، وفي ذي القعدة تمشي القبائل بعضها إلى بعض، وفي ذي الحجة تهراق الدماء، وفي المحرم وما المحرم يقولها ثلاثا[2].

([1]) دیکھئے: الفتن: نعیم بن حماد، ج۱، ص: ۲۲۵.

([2]) دیکھئے: الفتن: نعیم بن حماد، ج۱، ص: ۲۳۰.

پانچویں حدیث
حضرت مکحول کی مرسل

نعیم بن حماد نے فتن میں مکحول سے مرسلا روایت کی:

عن مكحول قال: قال رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم: في السماء آية لليلتين خلتا، وفي شوال المهمة، وفي ذي القعدة المعمعة، وفي ذي الحجة النزائل وفي المحرم وما المحرم؟[1].

چھٹی حدیث
حضرت شہر بن حوشب کی مرسل

ابو عمرو الدوانی نے "السنن الواردة فی الفتن" میں شہر بن حوشب سے مرسلا روایت کی:

([1]) دیکھئے: الفتن: نعیم بن حماد، ج۱، ص: 225.

عن شهر بن حوشب قال: قال رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم: يكون في رمضان صوت، وفي شوال مهمهة، وفي ذي القعدة تحارب القبائل وعلامته ينتهب الحاج وتكون ملحمة بمنى يكثر فيها القتلى، وتسيل فيها الدماء، حتى تسيل دماؤهم على الجمرة حتى يهرب صاحبهم فيؤتى بين الركن والمقام فيبايع وهو كاره ويقال له إن أبيت ضربنا عنقك يرضي به ساكن السماء وساكن الأرض[1].

اسی طرح نعیم بن حماد نے "الفتن" میں شہر بن حوشب سے مرسلا روایت کی:

عن شهر بن حوشب قال: بلغني أن رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم قال: يكون في رمضان صوت وفي شوال مهمهة، وفي ذي القعدة تحارب القبائل، وفي ذي الحجة ينتهب الحاج، وفي المحرم ينادي مناد من السماء ألا إن صفوة الله من خلقه فلان فاسمعوا له وأطيعوا۔[2]

علاوہ ازیں اس معنی میں اجلہ تابعین سے کئی ایک آثار بھی مروی ہیں، جو درج ذیل ہیں:

پہلی روایت: کعب الاحبار سے:

([1]) دیکھئے: "السنن الواردة في الفتن" لأبي عمرو الداني، 5/ 972.

([2]) دیکھئے: الفتن: نعیم بن حماد، ج ۱، ص:226.

نعیم بن حماد نے کعب سے نقل کی:

عن كعب قال: تكون ناحية الفرات في ناحية الشام أو بعدها بقليل مجتمع عظيم فيقتتلون على الأموال فيقتل من كل تسعة سبعة وذاك بعد الهدة والواهية في شهر رمضان وبعد افتراق ثلاث رايات يطلب كل واحد منهم الملك لنفسه۔ [1]

دوسری روایت: مہاجر السیال سے:

نعیم بن حماد نے فتن میں مہاجر السیال سے نقل کیا:

قال مهاجر السيال: تكون في رمضان فترمض قلوبهم، وشوال يشال بينهم، وفي ذي القعدة يستقعدهم وفي ذي الحجة تسفك الدماء۔ [2]

تیسری روایت: کثیر بن مرۃ سے:

نعیم بن حماد نے فتن میں کثیر بن مرۃ سے نقل کیا:

عن كثير بن مرة قال: الحدثان في رمضان، والهيش في شوال، والنزائل في ذي القعدة، والمعمعة في ذي الحجة والقضاء في المحرم[3].

چوتھی روایت: شہر بن حوشب سے:

([1]) دیکھئے: الفتن: نعیم بن حماد، ج ۱، ص:230 .

([2]) دیکھئے: الفتن: نعیم بن حماد، ج ۱، ص:232.

([3]) دیکھئے: الفتن: نعیم بن حماد، ج ۱، ص:232.

امام طبری نے تھذیب الآثار میں شہر بن حوشب سے نقل کیا:

عن شهر بن حوشب قال: يكون في رمضان صوت، وفي شوال همهمة أو مهمهة، وفي ذي القعدة تحازب القبائل، وفي ذي الحجة يسلب الحاج، وفي المحرم – ولو أخبركم بما في المحرم – قال: قلنا له: وما في المحرم: قال: ينادي مناد من السماء: ألا إن فلانا خيرة الله من خلقه فاسمعوا له وأطيعوا۔[1]

اسی طرح نعیم بن حماد نے بھی فتن میں نقل کیا:

وعن شهر بن حوشب، قال: الحدث في رمضان، والمعمعة في شوال، والنزائل في ذي القعدة، وضرب الرقاب في ذي الحجة، وفي ذلك العام يغار على الحاج۔[2]

پانچویں روایت: سعید بن مسیب سے:

نعیم بن حماد نے فتن میں سعید بن مسیب سے نقل کیا:

عن سعيد بن المسيب قال: يأتي على المسلمين زمان يكون منه صوت في رمضان، وفي شوال تكون مهمهة، وفي ذي القعدة تنحاز فيها القبائل، إلى قبائلها وذو الحجة ينهب فيه الحاج، والمحرم وما المحرم؟المحرم وما المحرم؟![3]

([1]) دیکھئے: تھذیب الآثار، الجزء المفقود، 1/ 379.

([2]) دیکھئے: الفتن: نعیم بن حماد، ج۱، ص:232.

([3]) دیکھئے: الفتن: نعیم بن حماد، ج۱، ص:226.

ان شواھد اور اعتبارات کے نقل کرنے کے بعد ہم یہ کہنے میں حق بجانب ہوں گے کہ حدیث صیحہ کم از کم موضوع نہیں ہے بلکہ علم حدیث سے واقفیت رکھنے والے اس کے حسن ہونے پر جزم کرتے ہیں، جیسا کہ آپ نے صاحب "تنزیہ الشریعۃ المرفوعۃ" کا واضح موقف ملاحظہ کرلیا ہے۔

اس صراحت کے بعد بھی کوئی ہٹ دھرم اس حدیث کو موضوع کہنے پر تلا رہے تو جہالت راچہ علاج؟؟

بہر حال ان احادیث اور آثار کی وجہ سے یہ حدیث حسن ہو جاتی ہے، ورنہ تو اکثر و بیشتر راویان حدیث پر کچھ نہ کچھ کلام اور جرح ہوتا ہے مگر حدیث کو تعدد اسناد سے تقویت مل جاتی ہے۔

حدیث کا متن بے غبار ہے

راویان حدیث پر بے تکی جرح کے بعد حدیث کے متن پر بھی خامہ فرسائی کی گئی اور کچھ ایسی بچکانہ باتیں کہہ ڈالیں جن کے رد کی بھی چندہ ضرورت نہیں محسوس کرتا ہوں کیوں کہ ایک عام مسلمان بھی جانتا ہے کہ جب کفر و شرک اور بداعمالیوں کی انتہا ہو جائے گی تبھی قیامت آئے گی، جس کے زد میں متقی پرہیز گار نہیں بلکہ کفار و مشرکین اور شرار الناس ہوں گے اور مذکورہ حدیث کے مضمون کا تعلق علامات قیامت سے ہے۔

رہی بات کفار و مشرکین کے ہلاک ہونے کی فکر تو جناب عالی عذاب کہتے کس کو ہیں؟

اور رہا مسئلہ رمضان کے مہینے کا تو کیا جمعہ کا دن آپ کے نزدیک اہم نہیں ہے؟ کیا جمعہ ہفتہ کی عید کا دن نہیں ہے؟ اگر ہے تو پھر آپ جمعہ کے دن قیامت کے آنے پر بھی اعتراض کریں گے کیوں کہ مسلمانوں کی عید اور خوشیوں کے موقع پر قیامت کیسے آسکتی ہے!

حدیث کے متن پر گفتگو کرتے ہوئے جناب عالی نغمہ سنج ہیں کہ اس حدیث کو ترغیب و ترہیب سے کیا تعلق ہے؟ اس میں کون سا لفظ ہے جو ڈرانے اور ترغیب دلانے پر دال ہو؟

افسوس! آپ کو اتنی آسان سی بات سمجھ میں نہیں آرہی ہے، کیا اس میں رب قدیر کی تسبیح و تہلیل کی طرف ترغیب نہیں ہے؟ مصیبتوں کے وقت اللہ کی بارگاہ میں سجدہ ریز ہونے کی ترغیب نہیں ہے؟ نہایت واضح سی بات ہے کہ علامت قیامت کا ظہور بداعمالیوں کے نتیجے میں ہوگا، تو کیا یہ حدیث ہمیں علامت قیامت کی خبر دے کر بد اعمالیوں سے بچنے اور گناہوں سے رکنے کا درس نہیں دے رہی ہے؟

میرے خیال میں ایک معمولی پڑھا لکھا انسان بھی یہ باتیں خوب سمجھ سکتا ہے مگر طبرانی، حاکم، ابن ابی عاصم، نعیم بن حماد، ابو سعید شاشی سیوطی اور متقی جیسے محدثین کی بیان کردہ روایتوں کو باطل و موضوع کہنے والوں کی سمجھ میں کیوں نہیں آرہی ہے؟ کہیں ایسا تو نہیں کہ کوئی اور جذبہ کارفرما ہو؟ پھر بھی میرا مشورہ ہے کہ امام منذری رحمۃ اللہ علیہ کی "ترغیب و ترہیب" کا مطالعہ کرلیں، شاید احادیث کے حوالہ سے ترغیب و ترہیب کا مفہوم سمجھ میں آجائے۔

اس مقام پر اور بہت کچھ لکھنا تھا مگر تنگی وقت دامن گیر ہے، اگر دوبارہ قلم اٹھانے پر مجبور کیا گیا تو ایک ایک لفظ کا محاسبہ کیا جائے گا، ان شاءاللہ العظیم۔

ایک ضروری تنبیہ

اسلامک اکیڈمی کانپور کے بیان میں ایک بات یہ بھی کہی گئی کہ اس حدیث کو بیان کرنا مسلمانوں میں خوف و دہشت پھیلانا ہے اور یہ ایذائے مسلم ہے۔ ان کی یہ

بات نہایت بے تکی اور احمقانہ ہے، کیونکہ مذکورہ بالا حدیث کو محدثین نے باب "اشراط الساعۃ" میں ذکر کیا ہے، جیسا کہ سیوطی کی "تعقبات" دیکھی جاسکتی ہے، اس سے یہ بات بخوبی سمجھی جارہی ہے کہ یہ حادثہ علامت قیامت میں سے ایک علامت ہے، یہ حدیث بھی انہیں بہت ساری احادیث کی طرح ہے جنہیں امام بخاری اور امام مسلم وغیرہ جیسے محدثین نے اپنی صحاح کے کتاب الفتن اور اشراط الساعۃ میں بیان کیا ہے۔ توکیا یہ بات معقول ہوگی کہ امام بخاری اور امام مسلم وغیرہ نے اشراط الساعۃ کی حدیثیں بیان کر کے مسلمانوں میں خوف ودہشت پھیلانے کی کوشش کی ہے اور مسلمانوں کو ایذادی ہے؟

اسی طرح احادیث میں ترغیب کے ساتھ ترہیب کا بھی ذکر ہوتا ہے امام منذری نے تو "الترغیب والترھیب" کے نام سے ایک باضابطہ کتاب ہی لکھی ہے، واضح رہے کہ " ترہیب "کا معنی بھی خوف دلانا ہے تو کیا امام منذری نے اپنی کتاب "الترغیب والترھیب "میں ترغیب کے ساتھ ترہیب والی حدیثوں کو جمع کر کے مسلمانوں میں خوف ودہشت پیدا کرنے کی کوشش کی ہے ؟ کیا انہوں نے اپنے اس عمل سے مسلمانوں کو ایذادی ہے ؟ اگر نہیں تو رمضان میں بھیانک آواز آنے والی حدیث کا ذکر کرنے والے سنی علما مسلمانوں میں خوف ودہشت پھیلانے والے ، مسلمانوں کو ایذادینے والے کیوں کر ہوں گے ؟ بھلا یہ بھی تو حدیث ترہیب ہی ہے، علامات قیامت کی نشاندہی کررہی ہے۔اس طرح کی احادیث سن کر اہل ایمان کے

دلوں میں خوف خدا پیدا ہوتا ہے، اللہ کے وجود کا یقین بڑھتا ہے، اور توبہ واستغفار کی طرف طبیعت مائل ہوتی ہے۔

خلاصہ گفتگو یہ ہے کہ "نصف رمضان میں جمعہ کے دن بعد نماز فجر ایک آواز سنائی دے گی" یہ بات حدیث حسن سے ثابت ہے، مگر اس رمضان کا تعین نہیں ہے۔ اللہ تعالی ہمیں اس سے محفوظ رکھے۔ آمین یارب العالمین۔

مآخذومراجع:

1- التاریخ الکبیر للامام البخاري

2- تبیان فی بیان مافی لیلۃ النصف من شعبان، لملا علی القاری، مخطوطہ مکتبہ ازہریہ۔

3- تذکرۃ الحفاظ للذھبی

4- "تعقبات السیوطی علی موضوعات ابن الجوزی" مطبوعہ دارمکۃ المکرمۃ۔

5- "تنزیہ الشریعۃ المرفوعۃ عن الاخبار الشنیعۃ الموضوعۃ" تالیف: ابو الحسن علی بن محمد بن عراق الکنانی (م: 963ھ) تحقیق ومراجعہ: عبد الوھاب عبداللطیف وعبداللہ محمد بن الصدیق، دار الکتب العلمیہ، بیروت، ط/2، 1981-

6- تھذیب التنذیب لابن حجر العسقلاني، دار الکتب العلمیۃ، 2004م.

7- کتاب الثقات للامام الحافظ محمد بن حبان، (م: 354ھ) دائرۃ المعارف العثمانیۃ، حیدرآباد، الدکن، 1973م.

8- تاریخ الثقات لابن شاہین، دار السلفیۃ الکویت، 1984م.

9- کتاب الجرح والتعدیل للحافظ ابي محمد عبد الرحمان بن ابي حاتم الرازي، (م: 327)، دار الکتب العلمیۃ، 1953م.

10- الصواعق المحرقہ، مطبوعہ مطبع مجیدیہ ملتان

11- الضعفاء الکبیر، للحافظ ابي جعفر محمد بن عقیلي، دار الکتب العلمیۃ، 1984م.

12- فتح القدیر، مطبوعہ نوریہ رضویہ سکھر

13- کتاب "الفتن"، تالیف: حافظ ابی عبد اللہ نعیم بن حماد المروزی (متوفی ۲۸۸ھ) تحقیق: سمیر بن امیر زہری، مکتبۃ التوحید، قاہرہ۔

14- "القول المسدد فی الذب عن المسند للامام احمد" لابن حجر العسقلاني، مکتبۃ ابن تیمیۃ، القاھرۃ، ط/1، 1401ھ-

15- اللآلی المصنوعۃ في الاحادیث الموضوعۃ، للامام جلال الدین السیوطي، دار المعرفۃ، بیروت، 911ھ-

16- مرقاۃ شرح مشکاۃ، مطبوعہ مکتبہ امدادیہ ملتان

17- المسند لابی سعید الھیثم بن کلیب الشاشی المتوفی سنۃ ۳۳۵ھ۔ تحقیق: د/ محفوظ الرحمان زین اللہ استاذ الحدیث ومصطلحہ لکلیۃ الدراسات الاسلامیۃ العربیۃ بدبئ، الناشر: مکتبۃ العلوم والحکم، المدینۃ النورۃ۔

18- المعجم الأوسط للحافظ أبي القاسم سليمان بن أحمد الطبراني، (م: 360)،دارالحرمين،القاهرة،1415ھ- 1995م.
19- المعجم الكبير،للطبرانی، تحقیق: حمدی عبدالمجید السلفی،مکتبہ ابن تیمیہ،القاهرة۔
20- میزان الاعتدال في نقد الرجال،للذهبي،دارالرسالة العالمية.

۲۲ تبیان۔-------------۔

رابطہ کار: مولانا محمد طیب علیمی 9619004725